ڈاکٹر افسانہ
Assistant Professor
Govt. College, Ramgarh, Alwar, Rajasthan

تحریکِ آزادی میں ''کامریڈ'' اور ''ہمدرد'' کا حصّہ

Abstract

In the past Newspapers had remained political educators as well as tools of political participation. Political controversies were created through the press. It also played an institutional role of opposition to the government. As every act and policy of the government came to be heavily criticized in the press.

Maulana Mohammad Ali Jauhar also known as Mohammad Ali was among the passionate fighters of independence who struggled against the British Colonial Rule. He was born in 1878 in Rampur, India. He belonged to the Yousaf Zai clan of the Rohilla tribe to a wealthy and enlightened family of Pathans. He was one of the legendry Ali Brothers other then Shaukat Ali and Zulfiqar Ali. Despite the early death of his father, the efforts, determination and sacrifice by his farsighted mother, Abadi Bano Begum, enabled him and his brothers to get good education. Their mother mortgaged almost all her landed property and sent them to the Muhammadan Anglo-Oriental College, Aligarh. Both of the Ali Brothers graduated from this College.

Mohammad Ali showed exceptional brilliance throughout his College career and stood first in the B.A. examination of the Allahabad University, later in 1898, Mohammad Ali proceeded to Lincoln College, Oxford, for further studies where he got honors degree in Modern History and devoted himself more to the study of history of Islam.

The Comrade was a weekly English-language newspaper that was published and edited by Mohammad Ali Jauhar between 1911 and 1914. Mohammad Ali was a forceful orator and writer, contributing articles to various newspapers including The Times, The Observer and The Manchester Guardian before he launched The Comrade.

The Comrade quickly gained circulation and influence becoming famous even internationally, securing subscribers in several foreign countries. The paper, launched from Calcutta, shifted to Delhi, the newly announced capital of the Raj, in 1912 where the first issue of the Delhi edition appeared on 12 October. In 1913, in order to reach out to the Muslim masses, he started an Urdu daily, the Hamdard.

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

مولانا محمد علی جوہر ہمہ جہت ،قدآور ،عہدآفریں شخصیت کے مالک تھے، ایک طرف آپ ہندوستان کے چوٹی اورصف اول کے حق گو،قومی اورعوامی سیاسی رہنما تھے تو دوسری طرف آپ انگریزی کے صاحب طرز اعلی انشاء پرداز ،اردو کے مسلم الثبوت صحافی ،خطیب اورنامورشاعر تھے۔آپ نے ہندوؤں اورمسلمانوں کے درمیان جوفاصلہ تھا اسے مٹایا اور جنگ آزادی میں مسلمانوں کو ہندووں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا کیا۔ مولانا محمد علی جوہرکا شماران مجاہدین آزادی میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی سیاسی زندگی کے علاوہ علم وادب اورصحافت کے ذریعہ بھی ملک وقوم کی خدمت کی۔مولانا محمد علی جوہر کامریڈ کی اشاعت سے پہلے بھی مضامین لکھتے تھے،لیکن صحافت کا ان کوکوئی تجربہ نہ تھا، اوراس پیشے کوانہوں نے ملک وملت کی خدمت کے لئے اختیار کیا تھا،ایک جگہ انہوں نے کہا بھی ہے:

’’صحافت سے میری غرض صحافت نہیں ہے بلکہ ملک وملت کی خدمت ہے اور اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

مذہب وملک کی خدمت کاایک زبردست اورمؤثر ذریعہ اخبارنویسی ہے اور جب قلم پر پوری قدرت اورطبیعت میں مناسبت بھی ہےتو اس کے ذریعہ سے خدمت کیوں نہ لی جائے'' ۱؎

مولانا محمد علی جوہر نے بڑودہ کے رجواڑے کی نوکری چھوڑ کرصحافت کی دنیا میں قدم رکھا۔ انہوں نے صحافت کوذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ صحافت کا سہارا لے کر ملک وملت کی خدمت کی اورصحافت کے ذریعہ ہی آپ سیاست کے میدان میں اترے، آپ نے ''کامریڈ'' اور''ہمدرد'' دواخباروں سے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز کیا۔

کامریڈ کا پہلا شمارہ ۱۴/جنوری ۱۹۱۱ء کوکلکتہ سے شائع ہوا۔اس کی لوح پر The Comerade تحریر ہوا۔کامریڈ کے پہلے شمارے میں we کے تحت اخبار کی پالیسی بتائی گئی،اور کہا گیا کہ ہم کسی کے جانب دار نہیں اور سب کے ساتھی (کامریڈ) ہیں۔ہم مختلف مذہبوں اورفرقوں کے درمیان اختلافات کے خطروں کو بخوبی محسوس کرتے ہیں اور ہماری دلی آرزو ہے کہ ہندوستان کے سیاسی نظام کے مختلف اجزاء میں بہتر تعلقات پیدا ہوں۔ ۲؎

کامریڈ کے ذریعہ مولانا کی یہ خواہش تھی کہ ہندوستان کے مختلف طبقوں میں باہمی ربط پیدا ہو۔کامریڈ ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار تھا اور اس کا معیار اتنا بلند تھا کہ انگلستان کے اخباروں کی ہمسری کرتا تھا کیوں کہ محمد علی جوہر کوانگریزی زبان وادب پر اتنا عبور تھا کہ وہ عوام وخواص دونوں کی زبان پر یکساں عبور رکھتے تھے۔اس لیے ملک میں اس کا مطالعہ سبھی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ کالج کے طالب علم اپنی استعداد بڑھانے کے لیے اس کو پڑھتے تھے۔

1912ء جب ختم ہورہا تھا اس وقت انگریزی حکومت نے دارالحکومت کلکتہ سے دہلی منتقل ہونے کا اعلان کیا تو مولانا محمد علی کو بھی دہلی آنا پڑا اور ساتھ میں اپنے اخبار'' کامریڈ'' کو بھی دہلی لے آئے، اور ۱۲/اکتوبر ۱۹۱۲ء کو دہلی سے نکلنا شروع ہوگیا، دہلی میں بھی اس کی وہی دھوم تھی، جو کلکتہ میں رہی اور یہ سب مولانا کی محنت اورذہانت

کا کمال تھا۔ کامریڈ سے مولانا کو خاص لگاؤ تھا کیوں کہ یہ پرچہ ان کی امیدوں کا مرکز تھا اس کے ذریعہ وہ اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے ذریعہ انہوں نے قوم کو حق وصداقت، آزادی اور خودداری کا درس دیا، قربانی وایثار کی تعلیم دی۔ کیسی بھی مصیبت ہو مگر کامریڈ کا کام کرتے تھے۔

بی اماں سے محمد علی کو بے پناہ محبت تھی، ان کی وفات سے چند گھنٹے قبل کامریڈ کے پروف پڑھ رہے تھے اور جس وقت بی اماں نے دم توڑا اس وقت پریس آگئے، نمناک، اشکبار آنکھوں سے اداریہ لکھتے رہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا نے اپنی زندگی صحافت کے ذریعہ ملک وملت کے لیے وقف کردی تھی۔ مولانا کے ذہن میں یہ بات ہمیشہ گردش کرتی رہی کہ مسلمانوں کو سیاسی مسائل سے آگاہ کرنے اور ان کی سیاسی تربیت کے لیے سب سے بہترین طریقہ اخبار نویسی ہے۔ اسی سوچ کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا، کامریڈ انگریزی اور ''ہمدرد'' (اردو) کے عنوان سے دو اخبارات نکالے۔

1914ء میں جس وقت پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی ''لندن ٹائمز'' نے ترکوں کے خلاف ایک مضمون لکھا اس میں ترکوں کو یہ مشورہ دیا گیا کہ انہیں جرمنی کا ساتھ دینا چاہئے، رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر نے جب اس مضمون کو پڑھا تو بے تاب ہو اٹھے اور مولانا نے اس مضمون کا جواب اسی عنوان سے دیا جبکہ آپ نے اپنا جوابی مضمون چالیس گھنٹے کی لگاتار محنت کے بعد مکمل کیا تھا اور یہ مضمون ترکوں کا فیصلہ (Choice of the Turk) کے عنوان سے ستمبر ۱۹۱۴ء کو کامریڈ میں شائع ہوا۔

اس مضمون کے شائع ہوتے ہی مولانا کو مہرولی میں نظر بند کردیا گیا اور وہاں سے چھندواڑہ جیل بھیج دیئے گئے، اس طرح ہمدرد اور کامریڈ دونوں نے دم توڑ دیا اور پریس کی ضمانت ضبط ہوگئی اور کامریڈ پریس کو دس برس تک بند رہنا پڑا اس کے بعد

۳۱؍اکتوبر۱۹۲۴ءکوشائع ہوااور۱۲؍جنوری۱۹۲۶ءکوآخری بارشائع ہوا۔گویا کامریڈ کی کل مدت حیات پانچ سال تھی ۔اس اخبار نے ہندوستان کی صحافت میں بڑی شہرت پائی عبدالماجد دریابادی نے لکھا ہے کہ حاکموں ،محکموں ،انگریزوں ، ہندوستانیوں، سارے انگریزی داں طبقے میں اس کی دھوم مچ گئی۔اس اخبار کے ذریعہ مولانا ہندوستان میں آزادی اورمسلمانوں میں آزادی وخودداری کے احساسات کو بیدارکیا،جذبے کو ابھارا،غلامی کی لعنتوں سے نجات دلانے کی راہیں بتلائیں۔کامریڈ کی پرانی فائلوں کا کوئی آج بھی مطالعہ کرے تو اسے اس زمانے کے ہندوستان اوراسلامی مما لک کی ایک نہایت مفصل ،مکمل اوردلچسپ تاریخ کامریڈ کے صفحات میں مل جائے گی۔مسلمانوں کا سیاسی شعور بیدارکرنے والے اسباب عوامل میں سب سے زیادہ اہم نمایاں کردارمسلم صحافت نے ادا کیا۔بقول مولانا ابوالکلام آزادصحافت رائے عامہ میں انقلاب برپا کرنے کا ایک مؤثر اورطاقت وروسیلہ ہے اوراس کے ذریعہ قومی اورملی زندگی میں ایک نئے عزم کو بیدارکیا جاسکتا ہے۔۳؎

مولانا محمد علی جوہر جب کلکتہ سے دہلی آئے تو آپ کوایک اردواخبار کی ضرورت محسوس ہوئی اور’’ہمدرد‘‘نام سے اردواخبارنکالنا شروع کیا کیوں کہ’’کامریڈ‘‘انگریزی اخبار تھا جس کی آواز عام لوگوں تک نہیں پہنچ پاتی تھی ،اس کونکالنے کا مقصد دراصل انگریزوں کو ہندوستانی عوام کے مسائل سے آگاہ کرنا تھا۔اور’’ہمدرد‘‘کے ذریعہ لوگوں تک اپنی بات پہنچانا چاہتے تھے اورانہیں بیدارکرنا چاہتے تھے،’’ہمدرد‘‘اردو کا پہلا اخبارتھا جس کواس وقت کے کسی بھی انگریزی اخبار کے مقابلے میں کھڑا کیا جاسکتا تھا۔

مولانا کا خاص مقصد’کامریڈ‘اور’ہمدرد‘کے ذریعہ قوم وملک کی خدمت کرنا اورہندوستانیوں میں آزادی کی شعوراورتڑپ پیدا کرنا تھا۔ جہاں’ہمدرد‘نے مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے حقوق ومفادات کے تحفظ کے لیےعملی سیاست کےطریق کارکواپنانے کی راہ دکھائی، وہیں’’کامریڈ‘‘نے استعماری قوتوں سے لڑائی لڑی، حکومت کی کوتاہیوں پرتنقید کیں، اسلام اوردنیائے اسلام کے مسائل

ومعاملات سے روشناس کرایا، یہی وجہ ہے کہ متحدہ ہندوستان کی صحافت میں کامریڈ اور ہمدرد کوایک خاص اہمیت حاصل ہوئی اوران سب کی وجہ مولانا محمد علی جوہر کی بے باک صحافت تھی۔مولانا محمد علی اردو/ انگریزی کے بہت اچھے ایڈیٹر تھے اور ہندوستان میں ان جیسی معلومات رکھنے والے ایڈیٹرابتدائی زمانے میں بہت کم تھے۔مولانا محمد علی ایک عظیم انسان تھے، بڑی صلاحیتوں والے اعلیٰ دماغ رکھنے والے، سرجھکانا ان کے ذہن میں نہیں تھا، سرکٹانا منظور تھا، صحافت کوبھی آپ نے اعلیٰ مقصد کے لیے منتخب کیا تھا۔انہوں نے طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کیا مگر ہمت نہیں ہاری اوراردوصحافت میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

مولانا محمد علی کی صحافت کے دور کامکمل احاطہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی یعنی ۵۲ سال میں سے صرف بارہ سال ہی صحافت کودیئے مگر مولانا نے صحافت کوجس دیانت داری ،خلوص اوراثباتی انداز میں پیش کیااس کی نظیر ملنا آج کے دور میں بہت مشکل ہے۔اس کا کچھ فیصدی بھی خلوص ہمارے آج کے میڈیا کے مزاج میں داخل ہوجائے تو شاید زیادہ تر مشکل مسائل خودبخود حل ہوجائیں کیوں کہ زیادہ تر مسائل میڈیا کے پیدا کردہ ہوتے ہیں جو یک طرفہ بات کرتے ہیں جب کہ مولانا نے ایسا کبھی نہیں کیا، انہوں نے اپنے ضمیر کا سودانہیں کیا بلکہ اسے بچائے رکھنے کے لیے طرح طرح کے خطرات کا سامنا کیااور ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیا حالانکہ اس کا نقصان بھی جھیلنا پڑا مگر کبھی بھی قدم پیچھے نہیں ہٹے۔

کامریڈ انگریزی اخبار تھا جس کا مقصد اپنی مطالبات انگریزی حکومت تک پہنچانا تھااور ہمدرد کا مقصد ہندوستانیوں کو بیدار کرنا تھا۔محمد علی جوہر کی صحافتی زندگی کی ایک اورخصوصیت رائے عامہ کی رہنمائی ہے۔وہ فرماتے تھے کہ بغیر کسی عقیدے کے اخبار نویسی محض دوکانداری ہے۔اخبار کا کام رائے عامہ کی رہنمائی ہے نہ کہ اس کی تقلید۔وہ اس طریقے کومعیوب سمجھتے تھے کہ اخبار کے کاروبار کی کامیابی کے لیےاوراخبار کو ہردل عزیز بنانے کے لیے پڑھنے والوں کے خیالات کی تائید کی جائے۔

ایک زمانے میں بمبئی کرانیکل کا ایک دہلی ایڈیشن بھی نکلتا تھا۔ایک بار اس کے عملہ ادارت کے ایک رکن ایم۔این۔ٹی نے ایک نہایت دلچسپ، پرلطف اور مفصل مضمون محمد علی کے متعلق لکھا تھا جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

''جس شخص نے ''کامریڈ'' کے اوراق کا مطالعہ نہیں کیا اس نے محمد علی کی شخصیت کے اسرار کو سمجھا ہی نہیں، مولانا محمد علی جو ملک کے سب سے زیادہ روشن دماغ اخبار نویس ہیں، ایسے قلم کے ذریعہ اپنا دل اخبار میں ٹپکا دیا ہے، اور اس کے ساتھ انہوں نے ظرافت ،مذاق اور تعریض کا ایک ایسا بے پایاں دریا بہا دیا ہے جو دنوں تک آئندہ اخبار نویس کے لیے وجہ رشک رہیگا، آدمیوں کی سیاسیات ،ان کا طریق کار اور تحریکوں کا نقشہ کھینچنے میں محمد علی لاثانی ہیں اور غالباً لاثانی رہیں گے''۔ ۴

مولانا نے پانچ برس تک انگریزی ہفتہ وار نکالا، کامریڈ کے تمام شماروں پر بیک وقت نگاہ ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد علی نے ملک وملت کی اصلاح کے لیے صحافت کی دنیا میں قدم رکھا تھا، ہندوستان کو انگریزوں کے تسلط سے نکالنا اور مسلمانوں کو عظمت ورفتہ کی یاد دلا کر ان کو بیدار کرنا اور پھر انہیں اقوام عالم میں ایک باعزت مقام دلانا مولانا کی صحافت کا بنیادی نصب العین تھا۔مولانا نے اس سلسلے میں خود ایک جگہ لکھا ہے۔''میں نے ہمیشہ اتحاد کی حمایت کی اور میرے اخبار کا نام کامریڈ اسی پر دلالت کرتا ہے۔''

مولانا محمد علی نے ۶۔۷ سال قید وبند میں گزارے یہ ساری گرفتاریاں آپ نے ملک وملت کے لیے کاٹی تھی، اسی لیے ان کا شمار سیاسی لیڈروں میں ہونے لگا۔مولانا محمد علی جوہر نے قید وبند کے وقت اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لیے شعروشاعری کا ذوق پالا جوان کو بچپن سے ہی تھا، مولانا نے صحافت میں تو ''ہمدرد'' اور ''کامریڈ'' نکال کر جوہر دکھائے ہی تھے لیکن انہوں نے اپنی شاعری سے بھی اردو ادب میں اضافہ کیا، مولانا نے

نظمیں اور غزلیں لکھی جن میں غزلیں زیادہ ہیں اور یہی نہیں تقریر کرنے کا انداز بھی مولانا کا بہت اچھا تھا، آپ دنیا کے ہر حربے کا جواب اپنی تقریر سے دے سکتے تھے، ۱۹۳۰ء میں جب وہ پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے لندن گئے، انہوں نے گول میز کانفرنس میں کہا،

''جہاں تک خدا کے احکام کا تعلق ہے، میں اول مسلمان ہوں، دوم مسلمان ہوں اور آخر بھی مسلمان ہوں یعنی میں مسلمان ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوں لیکن جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہندوستان کی آزادی کا تعلق ہے اور ہندوستان کی فلاح و بہبود کا تعلق ہے، میں اول ہندوستانی ہوں، دوم ہندوستانی ہوں، اور آخر بھی ہندوستانی ہوں اور ہندوستانی ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوں۔ میں آپ سے ڈومینین اسٹیٹس مانگنے نہیں آیا ہوں۔ ملک کی آزادی کے سوا کوئی اور چیز قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ آج جس مقصد کے لیے میں یہاں آیا ہوں وہ یہ ہے کہ ایسے وطن کو صرف اس صورت میں واپس جانا چاہتا ہوں کہ ارمغانِ آزادی میرے ہاتھ میں ہو۔ ورنہ میں ایک غلام ملک کو واپس نہیں جاؤں گا، اور اس کے بجائے ایک غیر ملک میں مرنا پسند کرونگا، بشرطیکہ وہ آزاد ملک ہو پس اگر ہندوستان میں تم ہمیں آزادی نہ دو گے یہاں مرنے کے لیے قبر تو تمھیں دینی ہی پڑے گی۔

۵

پہلی گول میز کانفرنس میں جب یہ اعلان کیا کہ میں ہندوستان کے لیے آزادی کا پروانہ حاصل کیے بغیر وہاں واپس جانے کی ذلّت گوارہ نہیں کروں گا۔ موت نے ان کو ذلّت سے بچالیا اور کچھ دن بعد لندن میں ۴ رجنوری ۱۹۳۱ء کو ہائڈ پارک ہوٹل میں اس دارفانی سے رحلت فرما گئے اور مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا جسد خاکی بیت المقدس میں سپرد خاک کیا گیا۔

اس طرح ہندوستان کی تحریک آزادی میں مولانا کا زبردست حصہ ہے، ان کے اخبار ''کامریڈ'' اور ''ہمدرد'' نے لوگوں میں عمل کی روح پھونکی، سوتی ہوئی قوم کو بیدار کیا، غلامی کا احساس دلایا اور حصول آزادی کے لیے جان تک قربان کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔مسلمانوں میں سیاسی شعور اور آزادی کے جذبے کو ابھار کر انہیں حکومت کے مقابل کھڑا ہونے کے قابل بنایا، مسلم لیگ کو کانگریس کے قریب لا کر اس کے فرقہ وارانہ مقصدیت کو ختم کر دیا تھا، عالم اسلام کی آزادی ان کو اس لیے مطلوب تھی کہ اس سے ہندوستان آزاد رہے گا۔

تحریک آزادی میں مولانا کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے رئیس احمد جعفری نے لکھا ہے کہ ''جدید ہندوستان کی تعمیر میں محمد علی جوہر کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا گاندھی جی کا، جواہر لال نہرو کا، ولبھ بھائی پٹیل کا لیکن اگر مبالغہ نہ سمجھو تو عرض کروں محمد علی ان سب کا ہراول تھا۔ یہ سب اس کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔

محمد علی کی گرج کے سامنے گاندھی جی کا نغمہ اور نہرو جی کا نعرہ بے معنی تھا۔ یہ وہ ساز تھا جس میں ہر لے گم ہوجاتی تھی، یہ وہ آواز تھی جس کے سامنے ہر آواز طوطی کی صدا سے زیادہ بے وقعت ہوجاتی تھی، یہ وہ شخصیت تھی جس کے سامنے آ کر دشمن بھی دوست ہوجاتے تھے۔[6]

مولانا محمد علی جوہر مجاہد آزادی، سیاسی رہنما، اردو کے ممتاز شاعر، صحافی کے علاوہ ایک سچے محبّ وطن تھے، ان کی ساری زندگی جدوجہد اور قربانی کا ایک مثالی نمونہ ہے، انہوں نے اپنے وطن عزیز کے لئے ہر وقت جان کو پیش پیش رکھا، ان کی زندگی کا پہلا اور آخری مقصد غیر ملکی حکمرانوں سے اپنے وطن کو آزاد کرانا تھا، مولانا محمد علی جوہر نے اپنا یہ فرض اپنی شاعری، صحافت اور اپنی سیاست سے بخوبی انجام دیا۔ مولانا محمد علی جوہر اپنے وطن کی خاطر ہر وقت مر مٹنے کے لیے تیار رہتے تھے، انہوں نے ساری زندگی اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت میں صرف کر دی، ڈاکٹر شہزاد انجم اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''جنگ آزادی کی جدوجہد میں ملک اور قوم پر اپنی جان

نچھاور کرنے والے صف اول کے مجاہدین میں مولانا محمد علی
جوہر (۱۹۳۱ء-۱۸۷۸ء) ممتاز مقام کے حامل تھے۔انہوں نے
ساری زندگی ملک وقوم کے لئے وقف کردی، وہ بڑے بیباک،
جرأت منداور بلند حوصلہ انسان تھے۔ ۷؎

مولانا کی وفات پر پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا کہ:

''مولانا نے آزادی کی جدوجہد میں جوقربانیاں دی ہیں اور جوکام سرانجام دیے ہیں وہ تاریخ آزادی میں جلی حرفوں سے لکھے جائیں گے۔''

مولانا محمد علی جوہر ایک عہد ساز شخصیت تھی۔وہ اپنی مختصر زندگی میں بجلی کی طرح چمکے، بادل کی طرح گرجے اور بارانِ رحمت کی طرح برس کر چلے گئے۔وہ پیدا ہوا تو محمد علی تھا، کالج چھوڑا تو مسٹر محمد علی بنا، جوان ہوا تو مولانا محمد علی کہلایا، بوڑھا ہوا تو رئیس الاحرار کا لقب پایا اور مرا تو محمد علی شہید کے نام سے پکارا گیا۔مولانا اس تیزی سے منزل طے کرتے گئے کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے اور سمجھنے والے سمجھنے کی کوشش ہی کرتے رہ گئے۔

☆☆☆

حواشی:

۱۔مولانا محمد علی جوہر، حیات وخدمات۔صابر ارشاد عثمانی۔ص۱۱۰۔ماڈرن پبلی کیشن دہلی ۲۰۱۴ء

۲۔کلیات جوہر۔ڈاکٹر علی محمد خاں، (مؤلف) ص۲۳۔مکتبہ الحسنات، دہلی ۲۰۱۴ء

۳۔ایوان اردو دہلی، مولانا ابوالکلام آزاد نمبر ص۔۴۹

۴۔مولانا محمد علی اوران ک ی صحافت، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری ص۔۳۱۔ادارہ تصنیف وتحقیق اسلامی ۱۹۸۳ء

۵۔مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر (خودان کے اپنے قلم سے) پروفیسر محمد سرور۔ص ۴۹۔مطبوعہ کتاب خانہ لاہور، دسمبر ۱۹۴۱ء

۶۔مقالات محمد علی مرتب رئیس احمد جعفری ص۔۱۰، ادارہ اشاعت اردو، حیدر آباد دکن ۱۹۴۳ء

۷۔تحریک آزادی، اسلم جمشید پوری۔ص۔۹۹، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۸ء